



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ:

ایک بڑی عمر کی خاتون ہے، اس کے تقریباً بارہ بچے ہیں، اس کے بعد پھر حمل ٹھہرا، چار یا پانچ ماہ کے بعد اسے مسلسل خون آنا شروع ہو گیا، لیکن یہ خون استحاضہ تھا، کیونکہ حمل محفوظ تھا، استحاضہ، کمزوری، عمر کی زیادتی، پہلے سے اولاد کی کثرت وغیرہ امور کی وجہ سے ڈاکٹروں اور اینوں کے مشورے کی وجہ سے حمل ساقط کروا دیا گیا، حمل چونکہ پانچ ماہ کا تھا، اس لیے گویا کہ قتل نفس ہوا، اب شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ کوئی کفارہ، دیت وغیرہ واجب ہوگا؟ اور یہ کس پر ہوگا؟ عورت پر؟ ڈاکٹروں پر؟ یا دیگر مشورہ دینے والوں پر؟ دیت کس کو ملے گی اور کتنی ہوگی؟

المستفتی: مفتی محمد راشد ڈسکوی (بمعرفت استاذ مفتی محمد سلام صاحب زید مجدہم)

۱۳۴۲/۴/۳

تنقیح :-

اسقاط حمل شوہر کی اجازت سے تھا، یا بغیر اجازت کے؟

جواب تنقیح :- شوہر کی اجازت سے حمل ساقط کروایا تھا، اور بچہ مردہ تھا، نیز عورت بڑھاپے کی وجہ سے کفارہ کے روزوں پر قادر نہیں ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب حامداً ومصلحاً

حمل کے اعضاء بننے کے بعد (جس کی عدت تقریباً چار ماہ ہے) اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی طریقے سے حمل ضائع کرا دے، تو اس کی عاقلہ پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اس عورت کے شوہر کو پانچ سو درہم (۵۰۰) یا اس کی قیمت ایک سال کے اندر اندر ادا کریں، اور اگر شوہر کی اجازت سے ضائع کرا دے، تو اس عورت میں ان پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔

عورت مسئلہ میں چونکہ شوہر کی اجازت سے حمل ساقط کروایا گیا، اس لئے عورت کی عاقلہ پر کچھ واجب نہیں، تاہم حمل کو ضائع کرنا سخت گناہ ہے، خصوصاً اعضاء بن جانے کے بعد، اس لئے اس پر توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا ضروری ہے، نیز سوال میں ذکر کردہ عورت قتل نفس میں داخل نہیں۔

لما في التنوير مع الروا

(ولا كفارة في الجنين) عندنا وجمها بل قد
زيدي (لان وقع ميتاً) وما استبان بعين خلقه
كظفر وشعر (كثام فيما ذكر) من الأحكام وعدة وناس
... (ومن الغرة عاقلة امرأة) مرة في سنة واحدة
... (أسقطته ميتاً) عمداً (بدول أو فعل) كفر بها
بطنوها (بلا إذن زوجها) فإن أذن) أو لم يتعمد (لا)
غرة لعدم التعدي، ولو أمرت امرأة ففعلت لا تقمن
المأمورة... وفي الواقعات شربت دواء لتسقطه
عمداً فإن ألقته حياً فمات فعليها الدية والكفارة
وإن ميتاً فالغرة.



ولا تأثم ما لم يستين بعين خلقه. قوله: (ولا تأثم)
الأنسب في التعبير: «وأثمت» لأن الكلام عند وجوب
الغرة وهي لا تجب إلا باستبان بعين الخلق، ثم يقول
ولو لم يستين بعين خلقه فلا تأثم. وفي الخانية قالوا...
إلا أنها لا تأثم إثم القتل اهـ. ولا يخفى أنها تأثم إثم
القتل لو استبان خلقه ومات بفعلها. قال الرافعي
تحت قوله (ولا يخفى أنها تأثم إثم القتل... الخ) كيف
تأثم إثم القتل مع أنه لم تتحقق آدميته كما يأتي
له فيما بعد.

قوله: (كفر بها بطنوها) وكما إذا عالجت فرجها
حتى أسقطت... قوله (فإن أذن لا) ذكره الزبيدي
وهما حب الكافي وغيرهما... صرحوا به من أن
الجنين لم يعتبر نفساً عندنا لعدم تحقق آدميته،
وأنه اعتبر جزءاً من أمه من وجه ولذا لا تجب فيه
القيعة أو الدية كاملة ولا الكفارة ما لم تتحقق حياته،

وقدمنا أن وجوب الغرة تعبدية، فلا يمحى إلحاقه
بالنفس المحققة.

(كتاب الديات، فهل في الجنين: ٢٦١/١٠، ٢٦٢،

المكتبة الرشيدية)

وفي الهندية:

والمرأة إذا ضربت بطن نفسها، أو شربت دواء لتطرح

الولد متعمدة، أو عالجت فرجها حتى سقط الولد، فمن عاقلتهما

الغرة إن فعلت بغير إذن الزوج، وإن فعلت بإذنه لا يجب

شيء، كذا في «الكافي»

(كتاب الجنائيات، فهل في إلقاء الجنين: ٢٢٢/٦، ط، دالكر

وفي الشامية:

الغرة بفهم الغين المعجمة وهي خمسمائة درهم تؤخذ

في سنة واحدة.

(كتاب الحظر والإباحة، فهل في البيع: ٤٠٩/٩،

المكتبة الرشيدية) فقط

والله تعالى أعلم بالصواب

كتبه: شمس الله غفر له

المتخصص في الفقه الإسلامي

بالجامعة الفاروقية بكراشي

١٤-٤-٢٠٢٢ هـ - ٢-٣-٢٠٢١ م

الجواب صحیح

السبع

٩/٢١، ٩/٢٢

الجواب صحیح
عظم
٩/١٨، ٩/٢٢

